انتقاد

اختلاف امت رحمت ہے یا زحمت ؟

علامہ تمنا عمادی مجیبی کی اس تازہ تالیف کا اصل مقصد ایک مشہور عام حدیث اختلاف امتی رحمۃ کی تنقید ہے۔ یہ حدیث حافظ سیوطی کی جامع صغیر میں پائی جاتی ہے مگر سیوطی نے اسے اپنے ضخیم مجموعہ جمع الجوامع میں جگہ نہ دی، جس میں انہوں نے حتی الوسع ساری حدیثوں کو جمع کردیا ہے۔ اس لئے مولانا تمنا کا قیاس ہے کہ حامیان اختلاف امت یا فرقہ پرستوں نے جامع صغیر میں یہ الحاق کردیا ہے۔ اسی میں نصیرالمقدسی اور بیہقی کے جو حوالے دیئے ہیں، وہ معلق و بے سند ہیں۔ اور خود شارح جامع صغیر کا اقرار لکنہ لم یجزم بہ قال روی۔ یعنی بیہقی نے اسے یقین و اعتماد کے ساتھ نہیں لکھا ہے بلکہ لکھا ہے کہ " روایت کی گئی ہے " - پھر کہا ہے کہ میرے شیخ نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ مولانا تمنا نے ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث صرف ضعیف نہیں، قطعاً موضوع ہے۔ تمام صحاح اور سنن میں کہیں اس حدیث کا نشان نہیں۔ خود بیہقی نے ایک رسالہ اشعریہ میں اسے ایک قول ضعیف قرار دے کر درج تو کرلیا مگر اپنی حدیث کی کتابوں خصوصاً سنن کبریٰ میں اس کا کوئی ذکر نہ کیا۔

اس طرح اس قبیل کی ایک اور حدیث اختلاف اصحابی لکم رحمتہ کو مؤلف نے ضعیف اور وضعی ثابت کیا ہے۔ اس کے راوی جویبر بن سعید ایک مشہور غیر ثقہ اور متروک الحدیث راوی تھے۔ اس لئے صحاح ستہ والے ہی نہیں بلکہ تیسری صدی تک کے تمام محدثین نے اسے قابل التفات نہ سمجھا اور اسے نہیں لیا۔

یہ حدیثیں کس نے کب اور کیوں پھیلائیں؟ اس پر مولانا نے تفصیل سے بحث کی ہے -

ان حدیثوں کی تردید میں مولانا نے قرآن حکیم کی متعدد آیات پیش کی ہیں اور امت کے باہمی اختلافات کی شدید مذمت کی ہے۔ اختلاف امت کو مٹانا قرآن مجید کا نہایت اہم کردار ہے -

وما انزلنا علیک الکتاب الالتبین لهم الذی اختلفوا فیه ،
وهدی ورحمة لقوم یؤمنون (النمل ع ۸)

مولانا کی تمام بحث کا مقصد اور دلی آرزو صرف یہ ہے کہ امت سے اختلافات ختم ہونے چاہئیں اگر کلیات اور اصول میں سب مسلمان ایک ہیں تو فروعات میں اتنے شدید اختلافات کہ ایک فرقہ دوسرے کو مٹانے کے درپے ہو اور اسی کو دین داری سمجھے تو ایسی امت کے بیڑے کا خدا ہی حافظ ہے۔

مولانا نے آغاز رسالہ میں "میرا مقصد" کے عنوان کے تحت جو ناصحانہ تعمیری تجاویز پیش کی ہیں وہ خاص طور پر قابل توجہ اور قابل عمل ہیں - ان کا خلاصہ یہ ہے :-

> "قرآن مجید نے فرقہ بندی کو شرک قرار دیا ہے - اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے کو کسی فرقہ سے منسوب نہ کرے .... اور صرف مسلم کہے۔ سنی، شیعہ، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، اهل حدیث، صوفی، قادری، چشتی، سہروردی وغیرہ نہ کہے، نہ کسی بزرگ کی طرف دینی حیثیت سے منسوب کرے - نسبی حیثیت سے منسوب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں .... اهل و عیال کو بھی فرقہ بندیوں سے الگ رہنے کی تلقین و تعلیم کرتا رہے، مگر نرمی کے ساتھ - لا اکراہ فی الدین - کسی پر تشدد نہ کرے نہ کسی سے ترک تعلق .... سب کے ساتھ حسن و اخلاق اور حسن سلوک سے ملے - سب کی شادی و غم میں شریک رہے ...... کسی کے تعصب، بدگوئی یا طعن و تشنیع کا جواب تلخ نہ دے جہاں کسی قسم کی تلخی محسوس کرے وہاں سے اٹھکر چلا آئے -

اذا مروا باللغو مروا کراما........

" صحابہ کرام سے محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے مگر اسے کسی ایک کے ساتھ مخصوص کردینا گمراہی کا پیش خیمہ ہے - صحابہ کے بعد کے سارے بزرگان دین کی عزت و توقیر بھی لازم ہے، مگر اتباع رسول‌اللہ صلعم کے بعد صرف صحابہ ہی کا کرنا ہے ....

" جن باتوں کی اشتباہ یا باھمی اختلاف ہو سب کے لئے قول فیصل اور معیار حق قرآن مجید ہے و ما اختلفتم فیہ من شیئ فحکمہ الی اللہ " ۔

مولانا کی یہ تالیف ملت کی ایک قابل تحسین دینی خدمت ہے، اور ملت مسلمہ کے سیاسی، سماجی، اقتصادی مسائل کا بہت کچھ حل بھی اس میں مضمر ہے -

مؤلف نے متن کے درمیان اصل بحث سے ہٹ کر سولہ صفحہ کے فٹ نوٹ میں جو بجائے خود ایک رسالہ ہوگیا ہے - یہ مباحث چھیڑ دئیے ہیں :-

(۱) قرآن مجید کی ترتیب و تدوین (۲) آیا رسول اللہ صلعم نے نبوت کے بعد لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا ؟ (۳) امی کے معنی (۴) قراۃ سبعہ کی حقیقت -

یہ سب اپنی جگہ علمی بحثیں ہیں - لیکن زیر نظر رسالہ میں ان کا صحیح مقام نہ تھا - یہ در اصل مولانا کی ایک مستقل تالیف اعجاز القرآن کے مضامین ہیں جو زیر تصنیف ہے -

رسالہ کی طباعت میں غلطیاں اور تکرار مضامین بہت ہے، افادہ عام کے لئے غیر متعلق مضامین کو علیحدہ کرکے بہتر ترتیب اور نظر ثانی کے بعد اس کو دوبارہ صاف اور صحیح شائع کرنا مناسب ہے -

صفحات : ۸۰ - قیمت : درج نہیں - ناشر : مکتبہ محمود ۲۶/۱ بی ایریا لیاقت آباد - کراچی

(پروفیسر) محمد مسلم

ہمارے عائلی مسائل

"پوتے کی میراث، تعدد ازدواج، احکام طلاق اور عمرنکاح پر" یہ "معرکۃ الآراء تصنیف" مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدرس دارالعلوم کراچی نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے حسب ارشاد سپرد قلم کی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب کو بالاستیعاب سنا اور صاحب موصوف کے الفاظ "اسے الحمد للہ بہت مناسب و وافی پایا۔"

زیر نظر کتاب ان عائلی قوانین کے خلاف لکھی گئی ہے، جو حکومت پاکستان نے نافذ کئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ان قوانین کو "سراسر خلاف شرع احکام پر مبنی" قرار دیا ہے، اور ان کے نفاذ کو اس "سست رفتار زہر (سلو پائزن)" کا نتیجہ بتایا ہے، جو بقول ان کے "اہل یورپ کی سوچی سمجھی تدبیر نے تعلیم و ترتیب کے رنگ میں مسلمانوں کو پلایا ہے"۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ "مسلمان کا اصل نقطۂ فکر آخرت اور اس کی صلاح و فلاح، خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور ناراضی کا خوف ہونا چاہئے۔ اس کے معاشی نظام کے تمام شعبے اس سے وابستہ ہونے چاہئیں"۔ اور اس سلسلے میں ان کو یہ شکایت ہے کہ آج مسلمان اپنے اصلی نقطۂ فکر آخرت سے ہٹ کر دوسری قوموں کی طرح صرف حیات دنیا اور اس کے متعلقات و مادیات میں کھو گئے ہیں۔ مفتی صاحب کے نزدیک عائلی قوانین کا نفاذ اسی کا ثمرہ ہے۔

بے شک مصنف نے قرآن مجید، سنت نبوی اور اجماع پر مبنی اپنے استدلال سے پوتے کی میراث، تعدد ازدواج، احکام طلاق اور عمر نکاح کے بارے میں حکومت پاکستان کے نافذ کردہ عائلی قوانین کو شرعی نقطہ نظر سے ناصواب ثابت کردیا ہے، اور اس ضمن میں سب سے زیادہ زور ان کا اجماع پر ہے۔ چنانچہ مصنف لکھتے ہیں:- "... انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ ختم ہوجانے کے بعد کوئی شخص معصوم اور غلطیوں سے پاک تو ہو نہیں سکتا، جس کی بات کو ہر حال میں تسلیم کرنا ضروری سمجھا ہی جائے اور ساتھ ہی نت نئے مسائل حل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا سہارا سوسائٹی میں موجود رہے، جسے معصوم اور غلطیوں سے پاک تصور کیا جا سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت کے مجموعہ کو معصوم قرار دے دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس بات پر امت مجتمع اور متفق ہوجائے، وہ غلط نہیں ہوسکتی۔"

ایک ہی وقت میں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی ' یا تین جن کے بعد کہ رجوع نہیں ہو سکتا ہے - اس پر بحث کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ رح اور ابن قیم رح بے شک امت کے تمام علماء کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جائیں گی - لیکن مصنف کے نزدیک '' پوری علمی دلیا جانتی ہے کہ انہوں نے اس مسئلے میں تمام امت سے اختلاف کیا ہے - اسی لئے ان کے قول کو مسئلہ کی دلیل بنا کر پیش کرنا سخت غلطی ہے - ''

پوتے کی میراث کے متعلق بھی مصنف کا کہنا ہے کہ '' یتیم پوتے کے وارث نہ ہونے پر تمام صحابہ و علمائے دین کا اجماع ہے '' اور یہ کہ '' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمادی ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی '' - نیز مصنف لکھتے ہیں '' جو چیز تمام مسلمانوں کے درمیان متفقہ ہو - اس کے خلاف کوئی بات کہنا جائز نہیں اور حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

ما راہ المسلمون حسناً فہو عنداللہ حسن

جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھ لیں - وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے -

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے ان مسائل پر دوران بحث میں قرآن، سنت اور دوسری روایت کے جو شواہد پیش کئے ہیں - اور ان کی جو تعبیر کی ہے ' اس کے قطعی اور واجب العمل ہونے کی ان کے نزدیک سب سے بڑی دلیل اجماع ہے - اور ان کا کہنا ہے کہ امت کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی - ہم یہاں صرف اس مسئلے پر بحث کرنا چاہتے ہیں -

مصنف کتاب کے ص ۱۸۸ پر لکھتے ہیں : '' اس سلسلے میں پہلی روایت حضرت ابن عباس کی پیش کی جاتی ہے ' جس میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں - حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اس معاملے میں افراط و تفریط شروع

گردی ہے ۔ لہذا اب ہم کیوں نہ تینوں طلاقوں کو نافذ کردیں ' چنانچہ انہوں نے تینوں طلاقوں کو نافذ کردیا ''۔

مصنف اس کی تشریح یوں کرتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں نیز حضرت عمر کے ابتدائی دور میں دیانت عام تھی' جس پر اعتماد کیا جاسکتا تھا ۔ بعد میں حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہ دیانت کا معیار روز بروز گھٹ رہا ہے اور آئندہ کچھ نہ رہے گا ۔ اور لوگ جھوٹ بول بول کر حرام کیا کریں گے ۔ صحابہ سے مشورہ کے بعد یہ عام حکم نافذ کرادیا کہ اب تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی ... ''

گویا حالات کی تبدیلی کے تحت قرآن و سنت کو پیش نظر رکھ کر جمہور مسلمانوں کے مفاد عمومی کی خاطر شرعی احکام کی نئی تعبیر کی جاسکتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اس نئی تعبیر پر مسلمانوں کا اجماع ہو ' تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ جیسے جیسے مسلمان ممالک اہل یورپ کے خلاف جدوجہد کرکے آزاد ہو رہے ہیں ۔ ان کی قومی قیادتیں کچھ اسی طرح کے عائلی قوانین بناتی ہیں ۔ جیسے پاکستان میں بنے ہیں ۔ اور اگر حالات کی رفتار یہی رہی ۔ اور یقیناً یہی رہے گی ' تو وہ دن زیادہ دور نہیں' جب تمام مسلمان ملکوں میں اسی قسم کے قوانین نافذ ہوں گے ' اور سب کا ان پر اجماع ہوگا ۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اسی صورت میں مصنف اس اصول کو مانینگے کہ '' اللہ تعالیٰ نے امت کے مجموعہ کو معصوم قرار دیا ہے '' اور یہ کہ امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی ۔

جہاں تک قرآن و سنت اور سلف صالح کے اتباع کا تعلق ہے ' کون مسلمان اس سے انکار کرسکتا ہے ۔ لیکن اس بارے میں مابہ النزاع بات دراصل یہ ہے کہ مصنف اور ان کے ہم خیال بزرگ صرف اسی اجماع کو مانتے ہیں جو عہد سابق میں ہوا ۔ اور اب ان کے نزدیک زمانہ ایک جگہ ٹھہر گیا ہے ۔ نہ ہمارے معاشرتی حالات میں کوئی تبدیلی ہوگی اور نہ معیشت و سیاست بدلے گی ، ظاہر ہے یہ بات ٹھیک نہیں ۔ لیکن ہمارے ان جیسے بزرگوں نے

مسلمانوں سے اسی کو منوالیا " جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان جو دنیا میں سب سے آگے تھے - سب سے پیچھے رہ گئے، نہ صرف علم و ادب اور تہذیب و تمدن میں - بلکہ تجارت، معیشت اور معاشرت میں بھی - اور آخر میں وہ اہل یورپ کے سیاسی غلام ہوگئے اور تمام اسلامی دنیا میں ایک نیا دورشروع ہورہا ہے - جس میں جمہور صاحب اقتدار ہوں گے - یہ جمہور مسلمان ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں، اور ان کے لئے یہ لابد ہے کہ وہ اپنی بگڑی کو بنائیں اور ان کی اصلاح و بہتری میں جو رکاوٹیں ہوں، انہیں دور کریں - عائلی قوانین انہی کوششوں کی ایک کڑی ہے، اور ایک ایک کرکے سارے مسلمان ملک انہیں نافذ کررہے ہیں -

ان قوانین کو جمہور مسلمان کا ملی مزاج قبول کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں ان پر اجماع ہوتا ہے یا نہیں اصل مسئلہ یہ ہے - اور جب ان پر اجماع ہوگا، تو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی اس طرح کی کتابیں "در ماندہ رہرو کی صدائے درد ناک" بن کر رہ جائیں گی -

کتاب ۲۵۶ صفحے کی ہے - مجلد ہے، قیمت ۳-۷۵ روپے ہے -
ناشر دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ۱

(م - س) -

(اسلامی نظم معیشت اور مروجہ نظام معاشیات کا موازنہ)

چودھری محمد اسماعیل صاحب اس کتاب کے مصنف ہیں، شروع کتاب ہی میں موصوف لکھتے ہیں "کہ اکثر بیماریوں، بیشتر جھگڑوں اور فسادات کا باعث معاشی مسئلہ ہی ہے" اور "... دنیا کی کوئی تحریک ایسی نہیں، جس کی تہ میں معاشی مسئلہ کار فرما نہ ہو"

مصنف کا کہنا یہ ہے کہ اسلامی نظم معیشت کی دو بنیادی خصوصیتیں ہیں - ایک زکواۃ کا فرض ہونا اور دوسرے سود کی حرمت بقول موصوف کے :

'' جس نظام معاشیات میں سود نہیں لیا جائے گا ۔ اور زکواۃ دی جائے گی' وہی اسلامی نظام معاشیات ہوسکتا ھے '' **پھر مصنف نے بڑے طویل استدلال کے بعد یہ ثابت کیا ھے** کہ '' علمائے کرام کا یہ دعویٰ تو بالکل صحیح معلوم ہوتا ھے کہ آج کل کے بنکوں وغیرہ کے سودی لین دین حرام ھے ۔ کیونکہ اس میں اور زمانہ جاھلیت کے سود میں اپنی کیفیت و ماھیت اور روح کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں '' ۔ **چودھری صاحب اس ضمن میں صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ ان کا یہ بھی کہنا ھے کہ ماھرین معاشیات کی یہ رائے بھی صحیح معلوم ہوتی ھے کہ '' صنعت و تجارت کے منافع ' زمین' مکانات اور دیگر اشیاء کے کرائے اور حصے وغیرہ میں سرمائے کا معاوضہ یعنی سود شامل ہوتا ھے ۔''**

مصنف کے نزدیک آج تجارت اور صنعت میں جو طریقے رائج ھیں' وہ بھی سود خوری ھی کے ذیل میں آتے ھیں ۔ اس طرح مزارعت یعنی زمین کی بٹائی بھی سود ھی ھے ۔ یہاں تک کہ موصوف کی رائے میں مکانات بنواکر انھیں کرائے پر دینا بھی سود ھے ' اوراس کی دلیل وہ یہ دیتے ھیں کہ '' ھر کسی نفع و سود حاصل کرلے یعنی زیادہ لینے اور کم دینے کے فارمولا پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرتا ھے'' اور ان کے نزدیک یہی سود خوری ھے ۔

اب یہ سود خوری کا نظام کیسے ختم ہو ؟ اس بارے میں مصنف کا کہنا یہ ھے کہ جب تک ذرائع پیداوار کی انفرادی ملکیت رھےگی' یہ سودخوری جو نہ صرف زر نقد کے سود پر ' بلکہ زمین کی بٹائی ' تجارت کے منافع اور مکانات کے کرائے پر بھی مشتمل ھے ' قائم رھے گی ۔ ان کی رائے میں آج انسانی ضروریات زیادہ سے زیادہ اجتماعی ہوتی جارھی ھیں ' اس سے لازمی ھے کہ جن ذرائع سے وہ ضروریات پوری ہوتی ھیں ' وہ بھی اجتماعی ہوں ۔ ان ذرائع کو اجتماعی بنانے کے لئے انھوں نے مندرجہ ذیل آسان نسخہ بتایا ھے ۔

زکواۃ کی فرضیت اور کم از کم اڑھائی فی‌صد شرح پر است‌مسلمہ میں کوئی اختلاف نہیں ۔ اسی نصاب کے مطابق اگر انفرادی سرمایہ اڑھائی فی صد یعنی چالیسواں حصہ ھر سال معاشرے کی تحویل میں آجائے، تو اس کامطلب یہ ھے کہ

قریباً چالیس سال میں آج کے تمام ذرائع پیداوار کے مساوی سرمایا انفرادی ملکیت سے معاشرے کی تحویل میں منتقل ہوسکتا ہے "

اس طرح زکواۃ کے نفاذ کے ذریعہ موجودہ نظام معیشت کو جو مصنف کے خیال میں تمام تر سود خوری پر مبنی ہے، کون بدلے، اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ ''ایک مومن، باالخلاق، متقی اور زبردست قوت عمل رکھنے والی فعال جماعت کی ضرورت ہے، جو بزور سودی نظام کو بدل کر اسلامی نظام قائم کردے۔ جیسا کہ سردار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت نے فتح مکہ کے بعد اپنی سلطنت کے اندر حکماً سود بند کردیا تھا اور زکواۃ جاری کی تھی ...''

یہ ہے زیر نظر کتاب کے مصنف کے خیالات کا لب لباب۔ اب اگر موصوف کے اس تمام استدلال کو تسلیم کرلیا جائے، اور ان کے ارشاد کے مطابق موجودہ سود خوری کے نظام معیشت کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ اجتماعی ملکیت ہی قرار پائے، تو سوال یہ ہے کہ وہ فعال جماعت کیسے پیدا ہوگی، جو بزور سودی نظام کو بدل کر اسلامی نظام قائم کردے'' بدقسمتی سے مصنف نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ اصل مسئلہ یہی ہے۔ ایک ایسا اسلامی معاشرہ جس میں وہ سب کچھ ہو، جس کی تصویر مصنف نے کھینچی ہے۔ کون اسے اس دنیا میں کارفرما دیکھنا نہیں چاہے گا۔ لیکن یہ معاشرہ تصورات سے کس طرح عملی دنیا میں آئے۔ اصل میں غور طلب معاملہ یہ ہے، اور مصنف نے اسی کو نظر انداز کیا ہے۔ اور اس ضمن میں صرف ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

مصنف نے ہر قسم کے منافع کو خواہ وہ زمین سے ملے، مکان سے یا تجارت سے، سود قرار دیا ہے۔ اور اس کی تائید میں آیات قرآنی پیش کی ہیں۔ ہمارے نزدیک مصنف کا یہ استنتاج محل نظر ہے۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ زکواۃ کے ذریعہ چالیس سال میں تمام ذرائع پیداوار معاشرے کی تحویل میں آجائیں گے محض نکتہ آفرینی ہے، جس کا حقیقت واقعی سے زیادہ تعلق نہیں۔ ایک

نظام جو اتنے ٹھوس اور ہمہ گیر مفادات پر قائم ہو، اسے اس طرح ختم کرنا جیسا کہ مصنف نے بتایا ہے - محض شاعری ہے اور اگرچہ زندگی میں شاعری کا بھی مقام ہے - لیکن اس کی اساس ٹھوس حقائق ہیں -

کتاب کے ۱۴۴ صفحے ہیں - قیمت ایک روپیہ، اور ملنے کا پتہ یہ ہے-
چودھری محمد اسماعیل ۱/۹۶۷ تیلی محلہ، مری روڈ - راولپنڈی

(م - س)

******
***
*

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ